فیض الدین احمد

نسخہ ہائے کلیاتِ نظیر: ایک غیر مطبوعہ مسدّس سے متعلق چند معروضات

نظیر اکبرآبادی (۱۷۳۵-۱۸۳۰ء) ا کے بارے میں نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے جب یہ لکھا:

"اشعار بسیار دارد کہ برزبانِ سوقین جاری ست و نظر بہ آں ابیات در اعدادِ شعرا نشاید ش شمرد، اما بہ رعایتِ ابیاتِ منتخب قطع نظر کردہ است" ۲

تو اسی زمانے سے مطالعۂ نظیر کا آغاز ہوا۔ شیفتہ کا تذکرہ 'گلشن بے خار' ۱۲۵۰ھ [۳۵-۱۸۳۴ء] میں مکمل ہوا۳۔ اس تذکرے کا پہلا ایڈیشن مولوی محمد باقر (والد مولانا محمد حسین آزاد) نے اپنے مطبع سے ۱۲۵۲ھ [۳۷-۱۸۳۶ء] میں شائع کیا۴۔ شیفتہ نے مذکورہ بالا تذکرے میں نظیر کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کیا۔ ان کے اشعار کو سوقیانہ، بازاری اور معیار سے گرے ہوئے بتایا ہے۔ شیفتہ کے اس رویے کے خلاف نظیر کے شاگرد کیوں کر پیچھے رہتے۔ ۱۲۶۵ھ [۴۹-۱۸۴۸ء] میں نظیر کے ایک شاگرد قطب الدین باطن نے حق شاگردی ادا کرتے ہوئے تذکرہ 'گلستانِ بے خزاں' لکھ ڈالا۵۔ اس تذکرے میں باطن اپنے استاد، نظیر کی جس قدر تعریف کر سکتے تھے، کی اور انھوں نے ۲۰ صفحے کا طویل ترجمہ لکھا۔ اس طرح پہلی بار بھرپور انداز سے نظیر کو اردو دنیا سے متعارف کرانے کا سہرا ان ہی کے سر ہے۔

باطن اس تذکرے میں نظیر کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"پیر مغاں میکدۂ سخن۔ جرعہ کش راوقِ مضامین نو د کہن جناب سید ولی محمد نظیر۔ درۃ التاج شہنشاہ سخن دانی۔ گوہر یکتائے قلزم فیض رسانی۔ سریر آرائے اقالیم سخنوری اورنگ و پیرائے محافل شاعری۔ شمع شبستانِ مکرمت۔ چراغ دودمانِ عزّت۔ گلدستہ گلستانِ عظمت۔ غنچۂ بہار ندرت۔ لعل معدنِ علم و حیا۔ گوہر گنج اتقا۔ خورشید آسمانِ وفا۔ ماہ چرخ صفا۔ بادہ نوش میخانۂ مضمونِ یک رنگی۔ رحیق پیمائے مصطبۂ معنیِ دل نشینی۔ مخزنِ جود و احساں۔ معدنِ الطاف بے پایاں۔ حلیم الطبع۔ خلیق الوضع۔ مطلع انوار سواد نظم۔ مقطع بیاض تجلیات بذم۔ حریف محفل آشنائی۔ ظریف انجمن دانائی۔ خلاصۂ خاندانِ بسالت۔ سلالۂ دودمانِ اصالت۔ چرخ ہمت۔ زمینِ حلم۔ دور از جہل نزدیک بعلم۔ وحیدِ عصر۔ یکتائے زماں یکہ تازعرصۂ مضمونِ سخن سنجاں۔ آشنائے غوامضِ نکتہ چینی۔ دانائے وقائق رنگینی۔ عالی

فکر۔ بلند ہمت، رفیع مرتبت، بزرگ شوکت، والا فطرت، اوج قوت، ہادی شعر القب، صاحب قاعدۂ ادب (شاعری کی نسبت) خیاط ازل نے قبائے مضامین نادران کی عقل کے جسم پر قطع کی۔ دبیر فلک نے بیاضِ سخن پرداری و مضمون طرازی ان کے نام بخشی۔ بلاغت میں سلمانِ ساوُجی بسم اللہ خوانِ دبستاں۔ فصاحت میں سحبان بن وائل طفلِ مکتب ایشاں۔ اِن کے چمن فکر میں اس طرح گلہائے مضامین کھلے ہیں کہ اگر عین خزاں میں بلبل تصور کو اس باغ میں لے جایئے تو ان پھولوں کی بو کارِ نفس عیسوی کرے۔ نغمہ سرائی عندلیب طبع کی اگر طوطیِ بے جاں سنے تو ہزار جان سے نواسنجِ توصیف و مدح ہو کر ان کا دم بھرے۔ جس شاخ پر ایک پھول گلستانِ سخن ان سے کھلا دیکھیں، سیارانِ شائق عنادل دار جان نثار کریں۔ گلشنِ جنت ایک برگِ خزاں رسیدہ چمنستاں طبع۔ بہارِ غنچۂ گلبن باغِ جنان طبع۔ شاعر اس کو کہتے ہیں کہ واقف ہو زمانے کے امورات نیک و بد سے۔ ہمہ داں شیریں بیاں ہو بڑھ کے حد سے۔ شعر گوئی کے دقائق سے خوب ماہر ہو۔ شاعری کے سب نکتوں کا فائدہ اس پر ظاہر ہو۔ شاعری کے عملوں کا عامل ہو۔ ہر طرز میں مہارت کامل ہو۔ جیسے ہادی شعرا۔ شاعر نامدار۔ عالی مقدار جن کے کلمات شایستہ نے گوشِ فہم عالم کو عقل سماعت بخشی اور شہر شہر دَیہ دَیہ قصبہ قصبہ ہر کوچہ و برزن میں ہزاروں فرسخ بجز ذکر و اوصاف نظم و نثر اس جنت آرام گاہ کے کچھ بات نہ سنی۔ ساقی خم خانۂ فیض طبع نے تشنۂ بادۂ شوقِ سخن کا لب تر کیا۔ پیر مغانِ طبع نے ہر ایک خشک کام گلو تر کردۂ راوق تمنائے سخن کا اپنے دور میں لبالب ساغر کیا۔ کلام نظیر شعرائے عصر کے لیے نظیر ہے۔ تقریر عاصی بے نظیر ہے" [۷]

جس طرح باطن نے اپنے استاد کو القاب و آداب سے نوازا ہے غالباً اردو تذکروں میں کسی اور شاگرد نے اپنے استاد کو اس قدر بلند مقام نہیں دیا۔ ظاہری بات ہے کہ نظیر کے بیان میں باطن نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زندگی کے روشن اور تاریک پہلوؤں کو اس دور میں جس طرح نظیر نے دیکھا، کسی دوسرے شاعر کی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔ نظیر نے تہذیب و تمدن کے زوال پر جو نوحہ خوانی کی ہے اس کی نظیر پوری اردو شاعری میں کہیں نہیں ملتی۔ ان کی کلیات کا مطالعہ ہمیں زندگی کے ایسے ایسے رمز سے آشنا کرتا چلا جاتا ہے جس تک پہنچنا فارسی شاعری کے نقشِ قدم پر چل کر یا محض نقالی کر کے ممکن نہ تھا۔ نظیر وہ پہلے "شاعر ہیں جن کی پوری شاعری ہندوستانی فضا میں سانس لیتی ہوئی نظر آتی ہے۔" [۸] یہی وجہ ہے کہ باطن کے تذکرے نے نظیر شناسی کی روایت میں اہم کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق:

"اس تذکرے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ نظیر اکبر آبادی رفتہ رفتہ منظرِ عام پر آ گئے۔ فکر کی بلندی نہ سہی لیکن سماجی زندگی کی ترجمانی اور مقامی آب و رنگ کی عکاسی کے اعتبار سے واقعی اردو کا کوئی شاعر ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ شیفتہ نے نظیر کے ساتھ واقعی زیادتی کی تھی اور یہ شیفتہ ہی کی تنقیدی

راے کا اثر تھا کہ نظیر بہت دنوں تک گوشۂ گمنامی میں رہے۔ باطن نے انھیں بہت اچھالا اور اس انداز سے کہ عام و خاص کو ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا . . ''گلستان بے خزاں کا بڑا حاصل یہ ہے کہ اس کی بدولت ایک بڑے شاعر کو تاریخ ادب میں اپنی جگہ مل گئی'' ۹

جب خاص و عام نے نظیر کے کلام کی طرف توجہ دی تو ان کے کلام کی تلاشِ بسیار کا کام بھی شروع ہوا۔ دشواری یہ تھی کہ کلام دستیاب ہی نہ تھا۔ بقول عبدالغفور شہباز:

''نظیر کو جس قدر لکھنے کا شوق تھا اس قدر اپنے کلام کے جمع کرنے کا اہتمام نہیں تھا۔ وہ زیادہ تر بہ تکلیف وقت لکھتا تھا۔ کوئی تقریب پیش آئی۔ دل میں خیال پیدا ہوا، لکھا اور پھینک دیا۔ دوست یا شاگرد اٹھا کر لے گئے۔ تبرک سمجھ کر بیاض میں نقل کیا۔ خرمن نظیر کے خوشہ چینوں میں مائی تھان کے کھتریوں کا نمبر سب سے اوّل ہے۔ کلیات جو متداول ہے ان ہی کے ہاں کی بیاض سے منقول ہے۔'' ۱۰

نظیر کے کلام کی اشاعت کے حوالے سے محققین کے ہاں متضاد رائیں پائی جاتی ہیں۔ گارساں دتاسی کا خیال ہے کہ:

''نظیر کا دیوان سب سے پہلے ۴۲ صفحوں پر ۱۸۲۰ء میں لیتھو کے ذریعے دیوناگری میں چھپا۔ اس کے سرورق پر شاعر کی تصویر تھی۔ اس کے بعد ۱۸۵۰ء میں ایک دیوان، خط نستعلیق میں آگرے سے شائع ہوا۔ یہ دیوان نظیر کا خود مرتب کردہ تھا''۔ ۱۱

مرزا فرحت اللہ بیگ کو گارساں دتاسی کی راے سے اتفاق نہیں۔ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوے وہ کہتے ہیں کہ:

''کریم الدین کی 'گلدستۂ نازنیناں' سے پایا جاتا ہے کہ ۱۸۴۵ء تک نظیر کا کوئی دیوان طبع نہیں ہوا تھا۔ دتاسی نے جن دیوانوں کا طبع ہونا بیان کیا ہے وہ دراصل دیوان نہیں بلکہ کلیات تھے اور اس میں ہر قسم کے اشعار تھے'' ۱۲

فرحت اللہ بیگ نے مولوی کریم الدین کے مذکورہ تذکرے کو بنیاد بنا کر یہ فیصلہ صادر کر ڈالا کہ ۱۸۴۵ء تک نظیر کا کوئی دیوان طبع نہیں ہوا تھا لیکن راقم نے جب اس تذکرے میں نظیر کا ترجمہ پڑھا تو اس میں بڑے واضح طور پر یہ لکھا تھا کہ ''اب تک کوئی دیوان اس شاعر کا نظر اس عاجز سے نہ گزرا'' ۱۳

دیوان کا کسی کی نظر سے نہ گزرنا اور طبع نہ ہونا، دو مختلف باتیں ہیں اور فرحت اللہ بیگ کو حتمی بات کہنے سے پہلے ان باتوں پر ضرور غور کرنا چاہیے تھا۔ فرحت کے خیال میں دتاسی نے جس دیوان کی طرف اشارہ کیا وہ دیوان نہیں کلیات تھے اور اس میں ہر قسم کے اشعار تھے۔ دتاسی نے مذکورہ دیوان کے صفحات کی تعداد ۴۲

بتائی ہے۔فرحت اللہ بیگ کے بیان پر حیرت اس لیے بھی زیادہ ہوتی ہے کہ اتنے کم صفحات میں غزلوں کے علاوہ ہر قسم کے اشعار کیسے ہو سکتے ہیں۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ گارساں دتاسی ہندوستان سے دور مغرب میں بیٹھ کر کسی بھی ہندوستانی سے زیادہ اس دور کی ادبی تاریخ پر نظر رکھتا تھا لہٰذا ممکن ہے کہ نظیر کا دیوان ۱۸۲۰ء میں چھپا ہو اور زمانے کی دست برد کی نذر ہو گیا ہو۔ عبدالغفور شہباز کے مطابق:

> ''نظیر کے زمانے میں کوئی ہندو رئیس تھا، بلاس رائے اس کا نام تھا۔ اس کے چھ بیٹے تھے۔ ہر بخش، گور بخش رائے، مول چند رائے، من سکھ رائے اور دو اور جن کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ از بس کہ تعلیم کے باب میں بلاس رائے کے خیالات روشن تھے۔ . . اس خاندان میں نظیر کی بڑی قدر تھی۔ . . سعادت مند شاگردوں نے بزرگ استاد کے کلام کو بڑے شوق سے جمع کیا'' [۱۴]

بلاس رائے کے جن دو بیٹوں کے نام شہباز نہ بتا سکے، ۴۲ برس بعد مرزا فرحت اللہ بیگ نے ان کے نام بنسی دھر اور شنکر داس بتاتے ہیں [۱۵] لیکن کہیں حوالہ نہیں دیا کہ انھیں یہ دونوں نام کہاں سے معلوم ہوئے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ مرزا فرحت اللہ بیگ [۱۶] اور عبدالمومن الفاروقی نے نظیر کے حوالے سے جو کچھ لکھا اس میں بغیر حوالہ دیے شہباز کی انھیں باتوں کو دہرایا ہے جو 'زندگانی بے نظیر' میں درج ہیں۔ [۱۷] عبدالغفور شہباز نے ۱۹۰۰ء میں نظیر کی سوانح لکھی تو اس منفرد شاعر کی زندگی کے بہت سے مخفی گوشے سامنے آئے۔ ان ہی کے بیان کے مطابق:

> ''کلیات ابتدا میں مطبع آلہی واقع کنبوہ دروازہ میں چھپا تھا۔ پھر بار ثانی ۱۲۸۲ھ [۶۷-۱۸۶۶ء] میں مطبع احمدی واقع چار سو دروازہ میں چھپا۔ ان دونوں چھاپوں میں بعض فحش بند اور بعض فحش نظمیں بھی تھیں جن کو منشی نول کشور نے اپنے ہاں کے ایڈیشن میں موجودہ نفاست پسندی اور قانونی مصلحت پسندی سے خارج کر دیا'' [۱۸]

شہباز کے بیان کی روشنی میں یہ بات تو واضح ہے کہ مطبع نول کشور سے شائع ہونے والے کلیاتِ نظیر کا اوّلین ایڈیشن ۶۷-۱۸۶۶ء کے بعد کسی سال شائع ہوا۔ عبدالمومن الفاروقی کے مطابق:

> ''راجہ بلاس رائے کے لڑکوں کا شائع کیا ہوا یہی دیوان ۱۸۸۲ء میں مطبع احمدی چار سو دروازہ میرٹھ میں شائع ہوا پھر اس کو اور مطبع آلہی والے ایڈیشن کو سامنے رکھ کر فحش اور مبتذل کلام کا ذخیرہ خارج کر کے مطبع نول کشور نے شائع کیا۔'' [۱۹]

لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ ۱۸۸۲ء سے قبل مطبع نول کشور کے کئی ایڈیشن راقم کی نظر سے گزرے ہیں جن کی وضاحت آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔ عبدالمومن فاروقی نے یہ سن کہاں سے درج کیا ہے، اس کا حوالہ موجود نہیں لیکن غالب امکان یہی ہے کہ شہباز نے اس کلیات کے حوالے سے

۱۲۸۲ھ۲۰ کا جو سن درج کیا ہے، عبدالمومن الفاروقی نے سہواً اسے ۱۸۸۲ء لکھ دیا۲۱۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے بھی شہباز کا حوالہ دیے بغیر کلیاتِ نظیر کی پہلی اشاعت کا سن ۱۲۸۲ھ ہی بتایا ہے۲۲۔ بڑی تلاش کے باوجود راقم کو کلیاتِ نظیر کا مذکورہ بالا ایڈیشن دستیاب نہ ہوسکا۔ البتہ اس تلاش کے نتیجے میں کلیاتِ نظیر کے بہت سے نایاب، اور قدیم نسخے دریافت ہوے۔ ان میں ایک قدیم ترین نسخہ مشفق خواجہ لائبریری ٹرسٹ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ناصر جاوید نے فراہم کیا جسے ۱۸۷۰ء۲۳ میں مطبع نول کشور نے شائع کیا۲۴۔ یہ ایڈیشن غالباً مطبع نول کشور سے شائع ہونے والا پہلا ایڈیشن ہوسکتا ہے۔ اس ایڈیشن میں یہ بات کہیں درج تو نہیں لیکن شہباز کے بیان کردہ ۱۲۸۲ھ [۶۷-۱۸۶۶ء] والے ایڈیشن کے صرف تین برس بعد ۱۸۷۰ء میں مطبع نول کشور کا یہ ایڈیشن شائع ہوا لہٰذا امکان یہی ہے کہ کلیاتِ نظیر کا یہ ایڈیشن اس مطبع کا پہلا ایڈیشن ہو۔ اس کے بعد تو گویا نظیر کا کلیات، ہندوستان، کے چاروں طرف پھیل گیا اور اس کی شاعری کا چرچا ہر خاص و عام میں ہونے لگا۔ اس کا ایک ثبوت تو خود مطبع نول کشور سے شائع ہونے والا کلیاتِ نظیر کے متعدد ایڈیشن ہیں۔ راقم کی معلومات کے مطابق انیسویں صدی کے اواخر تک اس مطبع سے کلیاتِ نظیر کے تقریباً دس ایڈیشن تو شائع ہو چکے تھے۔ کلیات کی اشاعت کے علاوہ نظیر کی چھوٹی بڑی معروف نظمیں بھی مختلف مطابع سے شائع ہوتے رہے۔ عبدالغفور شہباز کے مطابق:

> "کلیات کو چھوڑ کر اور بھی تصانیف نظیر کی میری نظر سے گزری ہیں، جوگی نامہ اور جوگن نامہ کلیات میں نہیں ہے۔ جوگی نامہ کے ۳۹ بند ہیں اور جوگن نامہ کے ۴۶ بند۔ یہ دونوں مخمس، روٹی نامہ، بنجارہ نامہ، کوڑی نامہ، پیسے نامہ، آٹا نامہ، گرہ بند نظیر (مکافات نامہ)، ہنس نامہ کے ساتھ ۱۲۷۶ھ [۶۱-۱۸۶۰ء] میں مطبع نظامی میں چھپے"۲۵

انیسویں صدی تک کے متداول کلیات، میں اشعار کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ ایک عرصے تک اسی کو نظیر کا کل کلام سمجھا گیا۔ ۱۹۰۰ء۲۶ میں عبدالغفور شہباز نے بڑی تلاش و تحقیق کے بعد نظیر کا کلیات مرتب کیا اور مطبع نول کشور سے شائع کروایا۲۷۔ شہباز کے مرتب کردہ کلیات میں پہلی بار حواشی اور حوالے کا اہتمام کیا گیا۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ مطبع نول کشور نے اس ایڈیشن کو بار اوّل قرار دیا۲۸۔ غالباً شہباز کی مرتب کردہ پہلی اشاعت کی وجہ سے بار اوّل لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ کلیات تو ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی لیکن "دبستانِ نظیر نصف اوّل" کے عنوان سے قائم حصۂ نظم کے مختصر دیباچے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف نے کلیاتِ نظیر کی تدوین کا کام ۱۸۹۸ء میں مکمل کر لیا تھا کیوں کہ دیباچے کے آخر میں مولف کے نام کے ساتھ یہی سن درج ہے۲۹۔ اس کلیات میں شہباز نے جہاں جہاں سے ممکن ہو سکا، نظیر کے کلام کو

یکجا کرنے کی کوشش کی اور اردو کے ساتھ ساتھ ''فارسی اشعار کے بہت سے نمونے دیے ہیں'' ۳۰۔ میر نوازش علی بیگ نے تو یہ تک کہا کہ فقط اردو کا نہیں۔ ایک دیوان ان (نظیر) کا فارسی میں بھی ہے ۳۱۔ لیکن اس دیوان کا اب پتا نہیں چلتا ۳۲۔ فارسی نثر میں بھی نظیر نے نو کتابیں لکھیں۔ باطن نے ان کتابوں کے نام ''نرمی، گزیں، قدر، متیں، فہم قرین، بزم عیش، رعنائے زیبا، حسن بازار اور طرز تقریر بتاتے ہیں'' ۳۳۔ بعد میں عبدالغفور شہباز کو ان میں سے پانچ کتابیں دستیاب بھی ہوئیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باطن نے محض استاد کی وقعت بڑھانے کو یہ نام نہیں گھڑے ۳۴۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے مطابق ''ان نثر کی کتابوں میں سب سے بہتر کتاب ''بزم عیش'' ہے۔ جس میں نظیر نے آگرے کے میلوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان میں سے اکثر کو اردو میں نظم کر دیا ہے'' ۳۵۔ شہباز کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختصر کلیاتِ نظیر ایک ضخیم کلیات میں تبدیل ہو گیا۔ لیکن اس کلیات میں بھی نظیر کا کل سرمایہ موجود نہیں۔ اس بات کا اعتراف خود شہباز نے بھی کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''افسوس نسیان کے جھونکے نے بہتیرے اوراق اڑا دیے۔ قلم کے کانٹوں سے الجھ کر جو رہ گئے ہیں وہی تو ہیں، باقی سب برباد۔ یہ بچے کھچے بھی کوئی اکیس بائیس ہزار ہیں'' ۳۶

اردو کے دو نایاب دیوان جسے سوائے باطن کے کسی اور کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا اور جس کی تلاش میں پروفیسر شہباز نے سارا ہندوستان چھان مارا، ۳۷ ۱۹۴۲ء میں دریافت ہوا۔ آغا حیدر حسن پروفیسر نظام کالج، دکن کے ذریعے مرزا فرحت اللہ بیگ کو یہ دونوں دیوان ملے اور انھوں نے اپنے مقدمے کے ساتھ انھیں شائع کیا ۳۸۔ آخری بار عبدالباری آسی نے کلیاتِ نظیر کی تدوین کا بیڑہ اٹھایا اور برسوں اس کے لیے کوشاں رہے۔ یہ کام انھوں نے ۱۹۳۵ء میں مطبع نول کشور کے ایما پر شروع کیا تھا لیکن زندگی نے انھیں مہلت نہ دی ۳۹۔ بعد میں عبدالمومن الفاروقی کے طویل مقدمے کے ساتھ یہ کلیات ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ۴۰۔

بیسویں صدی میں تو مطالعۂ نظیر کی روایت مزید مستحکم ہوتی گئی۔ نقادوں نے اس صدی کو نظیر کی صدی قرار دیا۔ ترقی پسند تحریک اور مغربی ادبیات کے پروردہ لوگوں نے تو نظیر کو میر و غالب سے بھی بلند مقام دینے کی کوشش کی۔ کلیم الدین احمد جیسے سخت گیر نقاد نے بھی ان کے بارے میں لکھا کہ ''اردو شاعری کے آسمان پر نظیر اکبرآبادی کی ہستی تنہا ستارہ کی طرح درخشاں ہے'' ۴۱ ظاہر ہے یہ باتیں نئی نہیں تھیں۔ اس سے قبل مغربی ادبیات کا مطالعہ کرنے والے اکثر لوگوں نے نظیر کی شاعری کو خاص اہمیت دی۔ ڈاکٹر فیلن S.W.Fallon نے نیو ہندوستانی۔ انگلش ڈکشنری New Hindustani English Dictionary میں نظیر کی شاعری پر بڑی تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"Nazir is the only poet whose verses have made their way to the people. His verses are recited and sung in every street and lane, especially in his native town of Agra; and Missionaries, who are familiar with his poems, quote him and kabir with marked effect in their street preaching. Nazir possessed all the qualities of mind and feeling which distinguish genius. His own poems are his biography, for in them the man stands out life-like and full of individuality..... In the broadest sense of the word, he was greatly independent original, philosophic, eatholic. The versatility of his of genius is seen in the many-colored variety of subjects which he handled. The poetry which he has evolved from common things-as no other Hindustani poet has condescended, or been able to do- is ignorantly regarded by native scholars as the surest proof that he was no poet. His versatility and power of imagination are further displayed in the various aspects in which he has pourtrayed the same things in different poems. His poems are a picture gallery in which may be seen speaking pictures of the sports and pastimes, pleasures and enjoyment, pain and misery, and the mind and feelings of the natives India. ... He is the only Hindustani poet who has written of the love of children, and the only one with any bowels of compassion for the poor and unfortunate, the outcast and distressed, and the most abandoned of God's creatures."(42)

اس طویل اقتباس کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ تقریباً ڈیڑھ صدی قبل فیلن نے کس قدر شاندار الفاظ میں نظیر کو خراج تحسین پیش کیا، اسے نابغہ کہا اور اس کی شاعری کی ہمہ گیریت اور وسعت کو پہچانا۔ ان کے خیال میں نظیر اردو کا واحد شاعر ہے، جس کی شاعری کو اہل فرنگ کے نصاب کے مطابق سچی اور کھری شاعری کہا جا سکتا ہے۔ اس کے اشعار نے لوگوں کے دلوں میں پوری طرح جگہ بنائی اور جس کی نظمیں اس کی سوانح عمری ہیں۔ اس نے معمولی معمولی چیزوں میں ایسے عمدہ شاعرانہ

خیالات پیش کیے ہیں کہ جس کی نظیر ہندوستانی شاعری میں دوسری نہیں ملتی۔ دوسرے ہندوستانی شعرا میں ان موضوعات پر لکھنے کی یا تو قابلیت ہی نہیں تھی یا ان موضوعات پر شعر کہنا انھوں نے کسرِ شان سمجھا۔ افسوس ہندوستان کی لفظ پرستی نے اس عظیم شاعر کو سرے سے شاعر ہی تسلیم نہیں کیا۔ فیلن کے علاوہ گارساں دتاسی نے بھی نظیر کی شان میں قصیدے گائے۔ ڈاکٹر گراہم بیلی نے تو یہ تک کہہ دیا کہ ''بہت سے الفاظ اس (نظیر) کی وجہ سے زبان میں رہ گئے ہیں'' ۴۳۔ ڈاکٹر اشپرنگر نے بھی انھیں ''کہنہ مشق شاعر'' ۴۴ قرار دیا۔ عرض کہ انیسویں صدی کے وسط سے ہی نظیر کے کلام کو سمجھنے اور جائزہ لینے کی بھرپور کوشش کی گئی لیکن بدقسمتی سے آج تک ان کا مکمل کلام دستیاب نہیں ہوسکا۔ خود نظیر کی لاپروائی سے ان کا اکثر کلام ضائع ہوگیا۔

شہباز نے اشعار کی تعداد کے بارے میں ایک قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

> ''حافظ انور خان۔ . . فرماتے تھے کہ ایک روز میں ایک پنساری کی دکان پر کھڑا تھا۔ میاں نظیر کے شاگرد بھی اس دکان پر سودا لے رہے تھے۔ وہیں پر انھوں نے باتوں ہی باتوں میں بیان کیا کہ نظیر کا کلام جو یہ چھپا ہے یہ تو بہت ہی مختصر ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ ایک میرے پاس جس قدر کلام ان کا ہے کوئی ڈیڑھ لاکھ شعر کے قریب ہے۔ ممکن ہے اس میں کسی قدر تخمین کی غلطی ہو، لیکن اس سے یہ بات تو صاف ظاہر ہوتی ہے کہ نظیر بہت پر گو شخص تھا'' ۴۵۔

عبدالمومن الفاروقی نے مزید دو قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا کہ ''ان کا صرف کلامِ منظوم ہی کسی طرح اکٹھا ہوجائے تو دو لاکھ اشعار سے کم نہ نکلیں گے'' ۴۶۔ جب کہ سیماب اکبر آبادی کے رائے ان لوگوں سے مختلف ہے۔ ان کے خیال میں، ''لوگ کہتے ہیں وہ (نظیر) کثیر الکلام تھے اور ان کا بہت سا کلام ضائع ہو گیا۔ یہ ان کے ساتھ حسنِ ظن یا اس مہملیت کا ایک دعوائے بے دلیل ہے کہ گویا یہ لوگ ان کے زمانے میں خود موجود تھے'' ۴۷۔

نظیر کو کثیر الکلام نہ سمجھنا سیماب کی لاعلمی کے سوا کچھ نہیں۔ نظیر کے عہد اور بعد کے تذکرہ نویسوں نے انھیں کثیر الکلام شاعر مانا ہے۔ نصر اللہ خاں خویشگی نے لکھا کہ ''اشعار بسیارے بر زبان اہل شوق جاری و ہر کس و ناکس بذوق تمام قاری گویند'' ۴۸۔ مرزا قادر بخش دہلوی ان کی مقبولیت اور کثیر الکلامی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''عوام ہندوستان اس (نظیر) کی شاعری کا پایہ فرق شعریٰ اور تاریک ثریا سے بلند جانتے ہیں۔ اطراف و اکناف ہند میں ایسی شہرت پائی ہے کہ غالباً اگر آسمان چاہے کہ اس کے نام کو صفحۂ عالم سے حک کردے، صورت پذیر نہ ہو۔ پرگوئی کا یہ عالم ہے کہ قلندران ہنگامۂ ہولی سے ہر ایک کی زبان پر سرسوتمس جداگانہ سے کم نہ ہوگا'' ۴۹۔

فیلن اور مولوی کریم الدین کا بھی یہی کہنا کہ ''ایسے آدمی کم ہوتے ہیں جیسا کہ نظیر پر گوتھا'' ۵۰۔

مذکورہ بالا حوالے سیماب کے دعوے کو بے دلیل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کے زمانے تک نظیر کا جتنا کلام منظرِ عام پر آ چکا تھا، غالباً وہ بھی سیماب کے مطالعے میں نہیں آئیں۔ اس کا ثبوت سیماب کا یہ بیان ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ ''میاں نظیر اکبر آبادی کے کلیات ۲۰۶ نظمیں اور غزلیں پائی جاتی ہیں اور انھیں ان کا تمام سرمایہ سخن سمجھنا چاہیے ان میں ۲۷ غزلیں۔ ایک قصہ۔ دو واسوختین۔ ۵۴ مخمس۔ ۲۳ مسدس۔ ۲ ترکیب بند۔ ایک مستزاد۔ ایک مربع اور ۹۵ نظمیں ہیں'' ۵۱۔

شہباز کی مرتبہ کلیات سے قبل کے متداول نسخوں کی حد تک سیماب کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے لیکن بعد میں شہباز کی مرتبہ کلیاتِ نظیر سن ۱۹۰۰ء میں مطبع نول کشور سے شائع ہوئی۔ اس کلیات میں دیباچے اور سرورق کے علاوہ ۵۸۷ صفحات میں کلام کا متن پیش کیا گیا ہے۔ بقول شہباز ''یہ بچے کھچے [اشعار] بھی کوئی اکیس بائیس ہزار ہیں'' ۵۲۔ اس کے علاوہ ''نگار'' لکھنؤ ۱۹۴۰ء میں سیماب کے مضمون کی اشاعت کے دو برس بعد مرزا فرحت اللہ بیگ نے نظیر کے دو دیوان کو یکجا کر کے دیوانِ نظیر اکبر آبادی شائع کیا۔ اس کے دیوانِ اوّل میں ۱۵۳ غزلیں اور دیوان دوم میں ۱۳۹ غزلوں کے علاوہ ۵ قطعات، ۷ مخمسات، ۳ مثنویاں، ۲ ترجیع بند، ایک ترکیب بند اور کچھ رباعیات شامل ہیں۔ ان دونوں دیوان کے اشعار کی تعداد بھی تین ہزار سے زاید ہیں ۵۳۔ مطبع نول کشور نے ۱۹۵۱ء میں عبدالباری آسی کی مرتبہ کلیاتِ نظیر کو بھی شائع کیا۔ اس ایڈیشن میں مزید غیر مطبوعہ کلام کو شامل کیا گیا۔ اس میں بڑے سائز کے ۹۵۹ صفحات ہیں ۵۴۔ اس ایڈیشن کی ضخامت سے نظیر کی کثیر الکلامی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ محققین آج بھی اس تلاش و جستجو میں ہیں کہ نظیر کا مزید کلام دریافت ہو سکے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۴۰ء میں پہلی بار ''نگار'' لکھنؤ سے جب نظیر اکبر آبادی کا نمبر شائع ہوا تو اس میں ۱۳ غیر مطبوعہ غزلیں اور نظمیں بھی شامل تھیں ۵۵۔ راقم نے جب ان کے غیر مطبوعہ کلام کا مطالعہ کیا تو ایک مسدس پر اس کی نظر رکی۔ نظیر کا یہ مسدس ''نگار'' لکھنؤ کی اس اشاعت میں ''پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں'' کے عنوان سے شائع ہوا جسے مدیر ''نگار'' نیاز فتح پوری نے غیر مطبوعہ قرار دیا ۵۶۔ بعد میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی ادارت میں شائع ہونے والے ''نگار'' کراچی، کے نظیر اکبر آبادی نمبر میں بھی اس نظم کو غیر مطبوعہ قرار دیا گیا ۵۷۔ نیاز فتح پوری نے ۱۹۴۰ء کے نظیر اکبر آبادی نمبر میں ان غیر مطبوعہ کلام کی بابت اپنے ''ملاحظات'' میں لکھا کہ ''نظیر نمبر کی تحریک سب سے پہلے لطیف اکبر آبادی کے مضمون سے ہوئی۔ . . انھوں نے خود بھی مقالہ لکھا، دوسروں کی توجہ بھی دلائی، سب سے بڑی بات یہ کہ اِنھیں کی وساطت سے نظیر کا غیر مطبوعہ کلیات اور اس کی بعض فارسی تصانیف سے استفادہ کا موقعہ ملا'' ۵۸۔ نگار ۱۹۴۰ء کے نظیر نمبر میں

نیاز فتح پوری کی تحریر ''ملاحظات'' آخری دو صفحوں میں شائع کی گئی ۵۹ جب کہ ۱۹۶۲ء کے نظیر نمبر میں اسے ابتدائی دو صفحات میں شائع کیا گیا ۶۰۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ۱۹۶۲ء کے نظیر نمبر سے ''ملاحظات'' میں شامل وہ حصہ حذف کر دیا گیا جس میں ان غیر مطبوعہ کلام کے حوالے سے نیاز فتح پوری نے ل۔ احمد کی طرف اشارہ کیا تھا جس کی وجہ سے ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں یہ تک معلوم نہیں ہو پاتا کہ یہ غیر مطبوعہ کلام کس کے ذریعے سے مدیر ''نگار'' کو ملا۔ اس کے علاوہ ''ملاحظات'' سے آخری کی دو سطریں بھی حذف کر دی گئی ہیں ۶۱۔ ۱۹۴۰ء کے مقابلے میں ۱۹۶۲ء کے نظیر نمبر میں کہیں کہیں مضامین اور کلام کی ترتیب بدل دی گئی ہے لیکن وہ تمام مضامین اور کلام جو ۱۹۴۰ء کے نظیر نمبر میں شامل تھے، من و عن ۱۹۶۲ء کے نظیر نمبر میں بھی موجود ہیں۔ صرف ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا ایک مضمون ''نظیر میری نظر میں'' ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں اضافی ہے ۶۲۔ نگار کی ان دونوں اشاعتوں میں نظیر کی مذکورہ نظم ''پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں'' کو غیر مطبوعہ قرار دینے سے قبل اس بات کی تحقیق نہیں کی گئی کہ نظیر کی یہ نظم ان کے کلیات کے متداول ایڈیشنوں میں موجود ہے کہ نہیں۔ راقم نے کلیاتِ نظیر کے مختلف ایڈیشنوں کا مطالعہ کیا تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ ۱۸۷۰ء ۶۳ سے لے کر اب تک کے جتنے بھی ایڈیشن ہیں، ان میں یہ نظم کہیں مکمل اور کہیں نامکمل صورت میں موجود ہے۔ نگار ۱۹۴۰ء اور ۱۹۶۲ء کے نظیر نمبر میں اس مسدّس کے کل ۱۲ بند درج ہیں ۶۴۔ دل چسپ صورتِ حال یہ ہے کہ نگار، لکھنؤ ۱۹۴۰ء کے نظیر نمبر کی اشاعت سے ۴۰ برس قبل سن ۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والے کلیاتِ نظیر میں اس مسدّس کے ۱۵ بند پہلے ہی طبع ہو چکے تھے ۶۵۔ لہٰذا جس مسدّس کو غیر مطبوعہ قرار دیا گیا ہے وہ مکمل صورت موجود ہونے کے باوجود نگار کی اس اشاعت میں نامکمل شائع کی گئی۔ ''نگار'' کی دونوں اشاعتوں میں اس مسدّس کا عنوان بھی خود ساختہ لگتا ہے۔ کیوں کہ شہباز کے مرتبہ کلیاتِ نظیر میں اس مسدّس کا نام ''تسلیم و رضا'' درج ہے ۶۶۔ شہباز کے مرتبہ کلیاتِ نظیر سے قبل کے مختلف ایڈیشنوں میں یہ مسدّس نامکمل صورت میں موجود ہے لیکن اس کا کوئی عنوان درج نہیں۔ خود شہباز نے اپنے حواشی میں لکھا کہ ''متداول نسخوں میں اس کے صرف آٹھ بند ملتے ہیں اور اس نظم کا مشہور نام ''خوش حال نامہ'' ہے۔ عبدالرحمٰن خان شاکر نے اسی نام سے اس کو شائع کیا تھا'' ۶۷ بہت تلاش و جستجو کے باوجود راقم کو عبدالرحمٰن خان شاکر کا نسخہ دستیاب نہ ہو سکا البتہ مختلف نسخوں میں اس مسدّس کے آٹھ بند ضرور ملے۔ متداول نسخوں کے آٹھ بند میں سوائے دو بند کے بقیہ تمام بند ''نگار'' کی مذکورہ بالا دونوں اشاعتوں میں موجود ہیں۔ ان بندوں کی ترتیب مختلف ہے۔ یہ چھ بند متن کے کسی اختلاف کے بغیر کلیاتِ نظیر ۱۸۷۰ء کے نایاب ترین ایڈیشن میں بھی موجود ہے۔ پہلے متداول نسخوں میں پائے جانے والے آٹھ بندوں کو ملاحظہ کیجیے:

(۱) جوفقر میں پورے ہین وہ ہر حال میں خوش ہین — ہر کام مین، ہر دام مین، ہر حال مین خوش ہین
گر مال دیا یار نے، تو مال مین خوش ہین — بے زر جو کیا، تو اسی احوال میں خوش ہین

افلاس مین، ادبار مین، اقبال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد، جو ہر حال مین خوش ہین

(۲) چہرہ پہ ملامت نہ جگر میں اثر غم — ماتھے پہ کہیں چین نہ ابرو مین کہین خم
شکوہ نہ زبان پر نہ کبھی چشم ہوئی نم — غم مین بھی وہی عیش الم مین بھی وہی دم

ہر بات ہر اوقات ہر افعال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال مین خوش ہین

(۳) گریار کی مرضی ہوئی سر جوڑ کے بیٹھے — گھر بار چھڑایا تو وہین چھوڑ کے بیٹھے
موڑا اونھین جیدھر[کذا] وہین منہ موڑ کے بیٹھے — گڈری جو سلائی تو وہی اوڑ کے بیٹھے

دکھہ درد مین آفات مین جنجال میں خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہین

(۴) گر اوسنے دیا غم تو اوسی غم مین رہے خوش — جسطرح رکھا اوسنی اوسی دم مین رہے خوش
کہانیکو ملا کم تو اسی کم مین رہے خوش — اور اس نے جو ماتم دیا ماتم مین رہے خوش

گر شال اوڑہائی تو اوسی شال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہین

(۵) جینے کا نہ اندوہ نہ مرنے کا ذرا غم — یکسان ہے اونہین زندگی اور موت کا عالم
واقف نہ برس سے نہ مہینے سے وہ اکدم — نے شب کی مصیبت نہ کبھی روز کا ماتم

دنرات گھڑی پہر مہ و سال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہین

(۶) گر اوسنے اڑہایا تو لیا اوڑہ دوشالا — کمّل جو دیا تو وہی کاندہے پہ سنبھالا
چادر جو اوڑہائی تو وہی ہو گئی بالا — بندھوائی لنگوٹی تو وہین ہنسکے کہا لا

پوشاک مین دستار مین رومال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال مین خوش ہین

(۷) کچھ انکو طلب گھر کی نہ باہر سے اونہین کام　　تکیہ کی نہ خواہش ہے نہ بستر سے اونہین کام
استھل کی ہوس دل مین نہ مندر سے اونہین کام　　مفلس سے نہ مطلب، نہ تونگر سے اونہین کام

میدان میں بازار میں چوپال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہین

(۸) انکے تو جہان میں عجب عالم ہین نظیر آہ　　اب ایسے تو دنیا مین ولے کم ہیں نظیر آہ
کیا جانے فرشتہ ہین کہ آدم ہین نظیر آہ　　ہر وقت ہین ہر آن مین خرم ہین نظیر آہ

جس ڈہال مین رکھا وہ اوسی ڈہال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال مین خوش ہین۶۸

اصل نسخے کے بند میں نمبروں کا اندراج نہیں ہے۔ راقم نے بند کے نمبروں کا اندراج اس لیے کیا ہے کہ ''نگار'' اور کلیاتِ نظیر کے دیگر ایڈیشنوں کے اختلافِ متن کی وضاحت میں آسانی ہو۔ مذکورہ بالا آٹھ بند میں سے بند نمبر چار اور بند نمبر سات ''نگار'' کی مذکورہ اشاعتوں میں موجود نہیں۔ بقیہ چھ بند متن کے کسی اختلاف کے بغیر ۱۸۷۰ء والے نایاب ایڈیشن میں موجود ہیں۔ کلیاتِ نظیر کا ایک اور نایاب ایڈیشن جو ۱۸۷۵ء کا ہے۔ یہ ایڈیشن راقم کو غالب لائبریری کے نسیم احمد اور نازیہ مختار صاحبہ کے تعاون سے دستیاب ہو سکا۔ اس نسخے میں بھی کم وبیش یہی صورت حال ہے۔ البتہ کاتب کی غلطی سے کچھ مصرعوں میں الفاظ غلط درج ہو گئے ہیں مثلاً پہلے بند کے تیسرے مصرعے،

گر مال دیا یار نے تو مال میں خوش ہیں۶۹

۱۹۷۵ء والے نسخے میں ''گر'' کی جگہ ''گھر'' اور دوسرے بند کے پہلے مصرعے میں ''چھرے'' کی جگہ ''چھرہ'' لکھا ہے۷۰۔ قدیم املا کے اصول کے مطابق ''گہر'' کو ''گھر'' بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس سے شعر کے وزن میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ مفہوم میں ضرور فرق پڑتا ہے۔ اسی نسخے کے چوتھے بند میں بھی کافی اختلاف ہے۔ اس نسخے میں یہ بند کچھ اس طرح ہے،

گر اوسنے دیا غم تو اوسی غم مین رہی خوش　　جسطور رکھا اوسنے اوس عالم مین رہے خوش
کھانے کو ملا کم تو اوسی کم مین رہے خوش　　جسطرح رکھا اوسنے اوسی دم مین رہی خوش

گر شال اوڑہائی تو اوسی شال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال مین خوش ہین۷۱

اس بند کے پورے پورے مصرعے مختلف ہیں موازنے کے لیے اوپر درج ۱۹۷۰ء والے ایڈیشن کا

چوتھا بند ملاحظہ کیجیے۔ جب کہ پانچویں بند کے پانچویں مصرعے،

دن رات گھڑی پہر مہ و سال میں خوش ہیں

میں ''پہر'' کی جگہ ''پھر'' ۲؎ درج ہو گیا ہے جس سے شعر کا وزن گر رہا ہے۔ ۱۸۷۵ء والے نسخے میں کاتب کی غلطیوں، خصوصاً ''گر'' کو ''گہر'' لکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں شائع ہونے والے کلیاتِ نظیر ۱۸۹۳ء ۳؎ اور ۱۸۹۷ء والے نسخے میں بھی اس قسم کی غلطیاں موجود ہیں ۴؎ یہ دونوں نایاب نسخے راقم کو کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو کے محمد معروف اور جاوید اختر کے توسّط سے میسّر آئے۔ ۱۸۹۳ء والا ایڈیشن مطبع، نامی، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس نسخے پر بار دوم تحریر ہے۔ ۱۸۹۷ء والا نسخہ مطبع نول کشور، کان پور کا چھٹا ایڈیشن ہے۔ یہ تمام نسخے املا کے کچھ اختلاف سے قطع نظر کسی ایک نسخے کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً یہ ۱۸۷۰ء والا ایڈیشن نہیں ہے، بلکہ ۱۸۷۵ء والا ایڈیشن ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ان ایڈیشنوں میں کوئی قابلِ ذکر اختلاف راقم کی نظر سے نہیں گزرا۔ ۱۹۰۰ء میں نسخۂ شہباز میں ان غلطیوں کے اصلاح کی کوشش کی گئی اور مزید سات بند کے اضافے کے بعد مکمل نظم شائع ہوئی۔ ۵؎ البتہ اس نسخے میں چوتھے بند کا تیسرا مصرعہ،

کھانے کو ملائم، تو اِسی میں کم رہے خوش ۶؎

سہو کاتب کی وجہ سے وزن سے گر گیا ہے۔ درست مصرع اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ نسخۂ شہباز ۱۹۰۰ء سے قبل کے تمام متداول نسخوں کے بند نمبر ۳ اور بند نمبر ۴ کا آخری شعر نسخۂ شہباز میں اوپر نیچے کے بندوں میں درج کر دیے گئے یعنی:

گر شال اوڑھائی تو اسی شال میں خوش ہین
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہین

نسخۂ شہباز میں بند نمبر ۴ کی جگہ ۳ میں درج ہے جب کہ

دکھ درد میں آفات میں جنجال میں خوش ہین
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہین

بند نمبر ۳ کی جگہ نسخۂ شہباز کے بند نمبر ۴ میں شامل ہے ۷؎۔ اس کے علاوہ متداول نسخوں کے چوتھے بند کا پانچواں مصرع،

گرشال اوڑھائی، تو اسی شال میں خوش ہین

نسخۂ شہباز میں

اور شال اڑھائی، تو اسی شال میں خوش ہیں ۸؎

درج ہو گیا ہے۔

نگار ۱۹۴۰ء اور ۱۹۶۲ء میں شامل دو بند ایسے بھی ہیں جو ۱۹۰۰ء سے قبل کے متداول نسخوں میں نہیں ملتے البتہ نسخۂ شہباز ۱۹۰۰ء کی اشاعت میں تمام بند موجود ہیں۔ مذکورہ بند نمبر ۴ اور نمبر ۷، نسخۂ شہباز کے بند نمبر ۵ اور ۱۴ میں شامل ہیں ۹۷۔ شہباز نے اس مسدّس کے ہر بند میں نمبر بھی ڈالے ہوئے ہیں۔ نگار ۱۹۴۰ء اور ۱۹۶۲ء میں اس مسدّس کے مزید جن بندوں کو غیر مطبوعہ قرار دیا گیا ہے انھیں ملاحظہ کیجیے۔

(۶) گر کھاٹ بچھانے کو ملی کھاٹ پہ سوئے　　دوکاں میں سلایا تو وہ جا ہاٹ پہ سوئے
رستے میں کہا سو، تو وہ جا باٹ پہ سوئے　　گر ٹاٹ بچھانے کو دیا ٹاٹ پہ سوئے
اور کھال بچھا دی تو اسی کھال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۷) پیالا جو دیا ہاتھ، تو نکلے ہو بھکاری　　بٹھلا کے کھلایا تو وہیں عمر گزاری
میانہ پہ چڑھایا تو لگے کرنے سواری　　اور پاؤں چلایا تو وہی بات سنواری
جس چال میں رکھا وہ اسی چال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۸) گر موٹھ منگا دی تو وہی چاب لی خوش ہو　　اور جوار بھنا دی تو وہی چاب لی خوش ہو
سوکھی جو دلا دی تو وہی چاب لی خوش ہو　　روکھی جو اٹھا دی وہی چاب لی خوش ہو
اور دال کھلائی تو اسی دال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۹) دی بھوک اگر یار نے تو بھوک کو مارا　　دلشاد رہے کر کے کڑاکے پہ کڑاکا
پانی جو ملا پی لیا، جس طور کا پایا　　روٹی جو ملی تو کیا روٹی میں گزارا
اور چھال چبائی تو اسی چھال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۰) گر اس نے کہا سیر کرو جا کے جہاں کی　　تو پھرنے لگے جنگل و بر، مار کے جھانکی
کچھ دشت و بیاباں میں خبر تن کی نہ جاں کی　　اور پھر جو کہا سیر کرو حسنِ بتاں کی
تو چشم و رخ و زلف و خط و خال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۱) قشقہ کا ہوا حکم تو قشقہ وہیں کھینچا جبّہ کی رضا دیکھی تو جبّہ وہیں پہنا
آزاد کہا گر تو وہیں سر کو منڈایا جو رنگ کہا اس نے وہی رنگ رنگایا
کیا زرد میں کیا سبز میں کیا لال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں۸۰

نگار ۱۹۴۰ء اور ۱۹۶۲ء کے نظیر اکبر آبادی نمبر میں یہ تمام بند جس ترتیب سے ہیں راقم نے وہی نمبر ان بندوں میں ڈال دیے ہیں تا کہ آئندہ وضاحت میں کوئی دشواری نہ ہو۔ ۱۹۰۰ء سے قبل جتنے بھی متداول نسخے ہیں ان میں یہ تمام بند موجود نہیں لیکن نسخۂ شہباز ۱۹۰۰ء کی اشاعت میں اس مسدّس کے بند نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ میں یہ تمام بند موجود ہیں ۸۱۔ کہیں کہیں متن میں اختلاف ہے مثلاً مذکورہ بالا نگار کے بند نمبر ۷ کا مصرع نسخۂ شہباز کے بند نمبر ۸ میں

پیالے کو دیا ہاتھ تو ہو نکلے بھکاری۸۲

لکھا ہوا ہے جب کہ نگار کی دونوں اشاعتوں میں یہی مصرع

پیالا جو دیا ہاتھ، تو نکلے ہو بھکاری۸۳

درج ہے۔ اس کے علاوہ نگار کی دونوں اشاعتوں میں شامل بند نمبر- ۹- نسخۂ شہباز کا بند- ۱۰- ہے۔ ''نگار'' میں شامل اس بند کے مصرعوں کی ترتیب بھی غلط شائع کی گئی کیوں کہ نسخۂ شہباز میں اس بند کا پہلا شعر دوسرے نمبر پر اور دوسرا شعر پہلے نمبر پر ہے ۸۴۔ اسی طرح ''نگار'' کی دونوں اشاعتوں کا بند نمبر -۱۱-، نسخۂ شہباز کا بارھواں بند ہے۔ اس بند کے تیسرے مصرے میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ ''نگار'' کی دونوں اشاعتوں میں مصرع اس طرح درج ہے،

آزاد کیا گر تو وہیں سر کو منڈایا۸۵

جب کہ نسخۂ شہباز میں یہی مصرع اس طرح لکھا ہے،

آزاد کیا، ہو، تو وہیں سر کو منڈایا۸۶

اب اس جائزے سے یہ بات تو پوری طرح عیاں ہے کہ نگار کی مذکورہ بالا دونوں اشاعتوں میں نظیر کے جس مسدّس کو غیر مطبوعہ قرار دیا گیا، اس کا کوئی ایک مصرع بھی ایسا نہیں جسے غیر مطبوعہ کہا جا سکے۔ ۱۹۰۰ء میں شہباز کے مرتبہ کلیاتِ نظیر کی اشاعت کے بعد یہ مسدّس اپنی موجودہ شکل میں منظرِ عام پر آ چکا تھا بلکہ ''نگار'' کی مذکورہ اشاعتوں میں تو سہواً اس مطبوعہ مسدّس کے تین بند شامل نہیں ہوئے۔ جو تین بند ''نگار'' میں شامل نہیں انھیں یہاں درج کیا جاتا ہے تا کہ مسدّس مکمل صورت میں سامنے آ جائے۔

گر اوسنی دیا غم تو اوسی غم مین رہی خوش　　جسطور کہا اوسنی اوس عالم مین رہے خوش
کھانے کو ملا کم تو اوسی کم مین رہے خوش　　جسطرح رکھا اوسنی اوسی دم مین رہی خوش
گر شال اوڑہائی تو اوسی شال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد جو ہر حال مین خوش ہین۸۷

نسخۂ شہباز میں اس بند کے ایک مصرعے اور آخری شعر کے اختلاف کی وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ مزید دو بند نسخۂ شہباز میں اور ملتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

چادر جو اوڑھائی تو جتی ہو گئے یک بار　　باہر کو چلے فقر کی جھولی کو بغل مار
منہ باندھ کے نکلو، تو وہیں ہو گئے تیار　　سر گھونٹ منڈاؤ، تو کیا پھر وہی بستار
سب پنتھ میں، سب چال مین، سب ڈھال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد، جو ہر حال مین خوش ہین

کچھ ان کو طلب گھر کی، نہ باہر سے انہین کام　　تکیے کی نہ خواہش ہے، نہ بستر سے انہین کام
استل کی ہوس دل میں، نہ مندر سے انہین کام　　مفلس سے نہ مطلب، نہ تو انگر سے انہین کام
میدان میں بازار مین، چوپال مین خوش ہین
پورے ہین وہی مرد، جو ہر حال مین خوش ہین۸۸

بارہ بند ''نگار'' کی دونوں اشاعتوں کے اور مذکورہ بالا تین بند ملا کر کل پندرہ بند اس مسدّس کے ہیں اور یہ مسدّس پہلی بار اپنی مکمّل صورت میں نسخۂ شہباز ۱۹۰۰ء کے ذریعے منظر عام پر آ چکا تھا۔ بیدل لائبریری کے نگراں محمد زبیر صاحب کے تعاون سے ۱۹۲۲ء کا ایک نسخہ بھی راقم کو ملا جسے مطبع نول کشور نے ہی شائع کیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس نسخے میں، بجائے نسخۂ شہباز کی پیروی کرنے کے، ۱۹۰۰ء سے قبل کے متداول نسخوں کے مطابق کل آٹھ ہی بند شاملِ اشاعت ہیں۸۹ جب کہ ''نگار'' ۱۹۴۰ء کی اشاعت کے گیارہ برس بعد عبدالباری آسی کا مرتبہ کلیاتِ نظیر منظر عام پر آیا اسے بھی مطبع نول کشور نے ہی شائع کیا لیکن اس میں مرتب نے نسخۂ شہباز کی پیروی کرتے ہوئے تمام کے تمام ۱۵ بند۹۰ اسی ترتیب سے شامل کیے جس ترتیب سے نسخۂ شہباز میں درج ہیں۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعد کے مرتبین، نسخۂ شہباز ۱۹۰۰ء کی اشاعت کے بعد اس مسدّس کا ایک نیا مصرع بھی دریافت نہ کر سکے۔ اس صورتِ حال میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ مسدّس اپنی مکمّل صورت میں ''نگار'' ۱۹۴۰ء کے نظیر نمبر کی اشاعت سے ۴۰ برس قبل ہی منظر عام پر آ چکا تھا۔ نگار ۱۹۴۰ء اور ۱۹۶۲ء میں سہواً اس نظم کو غیر مطبوعہ قرار دیا گیا۔ دل چسپ بات تو یہ ہے کہ خود نگار ۱۹۴۰ء کی اسی

اشاعت میں اختر اورینوی ۹۱ نے نظیر پر ایک تنقیدی مضمون لکھا جس کا عنوان ''نظیر اکبرآبادی کی شاعری پر ایک عمومی تبصرہ'' ہے۔ اس مضمون میں بھی اس مسدّس کے دو شعر شامل ہیں۔ مسدّس کے پہلے بند کا پہلا شعر

جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں ۹۲

اور اسی بند کا آخری شعر

افلاس میں ادبار میں اقبال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں ۹۳

اس کے باوجود نگار کی اس اشاعت میں مذکورہ بالا مسدّس کو غیر مطبوعہ قرار دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔ لگتا ہے فاضل مدیر نے اختر اورینوی کے اس مضمون کو بھی غور سے نہیں دیکھا۔

حواشی:

۱ الفاروقی، عبدالمومن، مولانا: ۱۹۵۱ء، ''مقدمہ''، شمولہ: ''کلیاتِ نظیر''، مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص ۳۲۔

۲ شیفتہ، غلام مصطفےٰ خاں: ۱۹۷۳ء، ''گلشنِ بےخار''، مرتبہ کلب علی خاں فائق، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۶۲۳۔

۳ فائق، نواب کلب علی خاں، ۱۹۷۳ء، ''مقدمہ''، مشمولہ: ''گلشنِ بےخار''، از غلام مصطفےٰ خاں شیفتہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۴۳۔

۴ ایضاً، ص ۴۲۔۔۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے اس تذکرے کے حوالے سے سہواً لکھا کہ یہ تذکرہ ۱۲۵۰ھ میں چھپا۔ دیکھیے: دیوانِ نظیر اکبرآبادی، مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، ۱۹۴۲ء، ص ۳۔
۱۲۵۰ھ میں یہ تذکرہ مکمل ضرور ہوا تھا لیکن اس کی پہلی اشاعت کا اہتمام مولوی محمد باقر نے اپنے مطبع سے کیا۔ ۱۲۵۲ھ میں یہ تذکرہ پہلی بار شائع ہوا۔

۵ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، ''مقدمہ''، مشمولہ: ''دیوانِ نظیر اکبرآبادی''، مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، ص ۳۔

۶ باطن، حکیم قطب الدین، ۱۸۷۵ء، ''گلستانِ بےخزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب'' مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص ۲۷۷۔۲۵۷، بحوالہ عبدالمومن الفاروقی، ''مقدمہ''، مشمولہ: ''کلیاتِ نظیر''، مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص ۶۰۔۵۹۔

۷ صدیقی، ابواللیث، ڈاکٹر ۱۹۵۷ء، ''نظیر اکبرآبادی: ان کا عہد اور شاعری'' اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ص ۵۔

۸۔ نقوی، سیّد طلعت حسین، ڈاکٹر، ۱۹۹۲ء، ''مقدمہ''، مشمولہ: ''نظیر اکبر آبادی کی نظم نگاری''، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۱۶۔

۹۔ فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر ۱۹۷۲ء، ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۳۵۵۔

۱۰۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا ۱۹۰۰ء، ''زندگانی بے نظیر''، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص ۲۶۸۔

۱۱۔ دتاسی، گارساں، ''خطبات'' بہ حوالہ ''دیوانِ نظیر''، مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی ص ۱۰۔۹۔

۱۲۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، محولہ بالا، ص ۱۰۔

۱۳۔ کریم الدین، مولوی، ۱۹۷۲ء، ''گلدستۂ نازنیناں''، تلخیص، مرتبہ ڈاکٹر احمد لاری، عظیم الشان بک ڈپو، پٹنہ، ص ۳۶۔

۱۴۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محولہ بالا، ص ۶۹۔۲۶۸۔

۱۵۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص ۷۔

۱۶۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص ۱۲۔

۱۷۔ الفاروقی، عبدالمومن، ۱۹۵۱ء، محولہ بالا، ص ۹۹۔۹۸۔

۱۸۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محوالہ بالا، ص ۲۷۰۔

۱۹۔ الفاروقی، عبدالمومن، ۱۹۵۱ء، محولہ بالا، ص ۹۹۔

۲۰۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محوالہ بالا، ص ۲۷۰۔

۲۱۔ الفاروقی، عبدالمومن، ۱۹۵۱ء، محولہ بالا، ص ۹۹۔

۲۲۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص ۹۔

۲۳۔ نظیر، اکبر آبادی، ۱۸۷۰ء، ''کلیاتِ نظیر اکبر آبادی''، مطبع نول کشور، ص آخر۔

۲۴۔ ایضاً، ص اسرورق۔

منشی نول کشور کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر ۱۹۹۵ء میں خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ نے ''سوانح منشی نول کشور کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس سوانح کے مصنف سید امیر حسن نورانی نے سوانح کے ساتھ اس مطبع کے آغاز ۱۸۵۸ء تا ۱۸۹۵ء تک شائع ہونے والی تمام تصانیف کی فہرست بھی فراہم کی ہے۔ راقم نے اس فہرست کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ فہرست نامکمل ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مطبع نول کشور سے شائع ہونے والے کلیاتِ نظیر کے تقریباً دس ایڈیشن تو خود راقم نے دیکھے ہیں لیکن اس فہرست میں صرف دو کا ذکر ہے۔ ایک قدیم جس کا نمبر شمار ۱۳۴۲ ہے۔ سائز ۱۱×۷ اور صفحات کی تعداد-۲۰۲-درج ہے۔ اس کے مرتب کا نام عبدالغفور شہباز لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔ قدیم ایڈیشن جتنے بھی مطبع نول کشور نے شائع کیے اس کا مرتب کوئی بھی نہیں ہے۔ مطبع کی طرف سے شائع ہوئے۔ ۱۹۰۰ء میں عبدالغفور شہباز نے پہلی بار کلیاتِ نظیر کی تدوین کی کوشش کی۔ اس نسخے کو اس فہرست میں جدید نسخہ کہا گیا ہے۔ اس کے مرتب میں بھی عبدالغفور شہباز کا نام لکھا گیا ہے جو کہ درست ہے۔ اس نسخے کے صفحات کی تعداد ۶۷۴ ہے جب کہ اس کا سائز ۹×۱۱ ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اس فہرست میں بھی ان

تصانیف کی سن اشاعت کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ راقم کے خیال میں ''کلیاتِ نظیر'' ۱۸۸۰ء والا ایڈیشن ہی مطبع نول کشور سے شائع ہونے والا پہلا ایڈیشن ہے۔

۲۵۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محولہ بالا، ص ۲۷۰۔

۲۶۔ ایضاً، ص سرورق۔

۲۷۔ الفاروقی، عبدالمومن، ۱۹۵۱ء، محولہ بالا، ص ۹۹۔

۲۸۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محولہ بالا، ص ندارد۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۲۔

۳۰۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص ۹۔

۳۱۔ بحوالہ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محولہ بالا، ص ۲۹۹۔

۳۲۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص ۹۔

۳۳۔ باطن، حکیم قطب الدین، ۱۸۷۵ء، ''گلستانِ بے خزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب''، مطبع نول کشور، ص ۲۷۷۔۲۵۷، بحوالہ مرزا فرحت اللہ بیگ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص ۹۔

۳۴۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، محوالہ بالا، ص ۹۔

۳۵۔ ایضاً۔

۳۶۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محولہ بالا، ص ۲۷۲۔

۳۷۔ بیگ، مرزا فرحت اللہ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص ۱۱۔

۳۸۔ نظیر اکبرآبادی، ۱۹۴۲ء، ''دیوان نظیر اکبرآبادی''، مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ، باراوّل، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی۔

۳۹۔ الفاروقی، عبدالمومن، ۱۹۵۱ء، ''پیش لفظ''، مشمولہ: کلیاتِ نظیر''، مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور، ص ۲۸۔

۴۰۔ نظیر اکبرآبادی، ۱۹۵۱ء، ''کلیاتِ نظیر''، مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔

۴۱۔ احمد، کلیم الدین، سن ندارد، ''اردو شاعری پر ایک نظر''، عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور، ص ۳۰۰۔

۴۲۔ Fallon, S.W., 1879, "PREFACE, NEW HINDUSTANI-ENGLISH DICTIONARY", Medical Hall Press, Banaras, Page No. viii-ix.

۴۳۔ گراہم بیلی، ڈاکٹر، ''تاریخ ادب اردو''، بحوالہ مرزا فرحت اللہ بیگ، ۱۹۴۲ء محولہ بالا، ص ۱۵۔

۴۴۔ اشپرنگر، ڈاکٹر، ۱۹۴۲ء، ''یادگارِ شعرا''، مترجم طفیل احمد، ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد، ص ۲۰۹۔

۴۵۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء محولہ بالا، ص ۲۷۱۔

۴۶۔ الفاروقی، عبدالمومن، ۱۹۵۱ء، محولہ بالا، ص ۹۷۔

۴۷۔ سیماب، اکبرآبادی، ۱۹۴۰ء، ''ادبیات اردو میں نظیر اکبرآبادی کا فنی ولسانی درجہ''، مشمولہ: نگار، لکھنؤ، ص ۱۰۵۔

۴۸۔ خویشگی، نصراللہ خاں، ۱۹۴۷ء، ''تذکرہ ہمیشہ بہار''، مرتبہ ڈاکٹر اسلم فرخی، انجمن ترقی اردو، کراچی، ص ۳۲۲۔

۴۹ صابر، مرزا قادر بخش، دہلوی، ۱۹۶۶ء، ''تذکرہ گلستان سخن''، جلد دوم، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص۴۴۳۔
۵۰ فیلن، کریم الدین احمد، مولوی، ۱۸۴۸ء، ''طبقات الشعرا'' (تذکرہ شعرائے ہند)، مطبع العلوم، دہلی، ص۳۹۴۔
۵۱ سیماب اکبر آبادی، ۱۹۴۰ء، محولہ بالا، ص۱۰۵۔
۵۲ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، محولہ بالا، ص۲۷۲۔
۵۳ بیگ، مرزا فرحت اللہ بیگ، ۱۹۴۲ء، محولہ بالا، ص تمام۔
۵۴ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۵۱ء، ''کلیاتِ نظیر''، مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص تمام۔
۵۵ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۴۰ء، ''فہرست''، مشمولہ: ''نگار''، لکھنؤ، نظیر اکبر آبادی نمبر۔
۵۶ نیاز فتح پوری، علامہ، ۱۹۴۰ء، ''ملاحظات''، مشمولہ: ''نگار''، لکھنؤ، نظیر اکبر آبادی نمبر، ص۱۲۶، ص نمبر ۱۱۸-۱۱۹ میں اس نظم کا متن شائع کیا گیا ہے۔
۵۷ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ۱۹۶۲ء، ''پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں از نظیر اکبر آبادی''، مشمولہ: ''نگار''، لکھنؤ، نظیر اکبر آبادی نمبر، ص ۱۰۸-۱۰۷۔
۵۸ نیاز فتح پوری، علامہ، ۱۹۴۰ء، محولہ بالا، ص۱۲۶۔
۵۹ ایضاً، ص ۲۷-۱۲۶۔
۶۰ نیاز فتح پوری، علامہ، ۱۹۶۲ء، محولہ بالا، ص ۴-۳۔
۶۱ ایضاً۔ موازنے کے لیے دیکھیے ''نگار''، لکھنؤ، ۱۹۴۰ء نظیر اکبر آبادی نمبر، ص ۲۷-۱۲۶۔
۶۲ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ۱۹۶۲ء، ''نظیر میری نظر میں''، مشمولہ: ''نگار'' کراچی، ص ۱۷-۵۔
۶۳ نظیر اکبر آبادی، ۱۸۷۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، مطبع نول کشور، ص ۵۳-۱۵۲۔
اس ایڈیشن میں نظیر کی مذکورہ نظم کے آٹھ بند موجود ہیں۔
۶۴ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۴۰ء، جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں''، مشمولہ: ''نگار''، لکھنؤ، ص ۱۲۷-۱۲۶۔
... ۱۹۶۲ء، ''جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں''، مشمولہ: ''نگار''، کراچی، ص ۸-۱۰۷۔
۶۵ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، مطبع نول کشور، ص ۲۲-۲۱۹۔
۶۶ شہباز، عبدالغفور، مولانا، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر'' محولہ بالا، ص۲۱۹۔
۶۷ ایضاً۔
۶۸ نظیر اکبر آبادی، ۱۸۷۰ء، ''کلیاتِ نظیر'' محولہ بالا، ص ۵۳-۱۵۲۔
۶۹ ایضاً، ص۱۵۲۔
۷۰ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۷۵ء، ''کلیاتِ نظیر''، مطبع نول کشور، کان پور، ص ۱۳۹۔ اس نسخے میں کہیں یہ تو نہیں لکھا کہ یہ کون سا ایڈیشن ہے لیکن امکان یہی ہے کہ مطبع نول کشور، کان پور کا یہ پہلا ایڈیشن ہے۔

۷۱ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۷۵ء، محولہ بالا، ص ۱۳۹۔
۷۲ ایضاً، ص ۱۴۰۔
۷۳ نظیر اکبر آبادی، ۱۸۹۳ء، ''کلیاتِ نظیر''، مطبع نامی، لکھنؤ، بارِ دوم، ص ۹۰۔
۷۴ نظیر اکبر آبادی، ۱۸۹۷ء، ''کلیاتِ نظیر''، مطبع نول کشور، کان پور، بارِ ششم، ص ۹۲۔۹۱۔
۷۵ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، مرتبہ عبدالغفور شہباز، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص ۲۲۔۲۱۹۔
۷۶ ایضاً، ص ۲۱۹۔
۷۷ ایضاً، ص ۲۰۔۲۱۹۔
۷۸ ایضاً، ص ۲۱۹۔
۷۹ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، محولہ بالا، ص ۲۱۔۲۲۰۔
۸۰ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۴۰ء، ''پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں''، مشمولہ: ''نگار''، لکھنؤ، نظیر اکبر آبادی نمبر، ص ۱۹۔۱۱۸۔ مزید دیکھیے ''نگار'' کراچی، ۱۹۶۲ء، محولہ بالا، ص ۱۰۸۔
۸۱ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، محولہ بالا، ص ۲۱۔۲۲۰۔
۸۲ ایضاً، ص ۲۲۰۔
۸۳ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۴۰ء، نگار، لکھنؤ، محولہ بالا، ص ۱۱۹۔ مزید دیکھیے نگار ۱۹۶۲ء نظیر اکبر آبادی نمبر، ص ۱۱۹۔
۸۴ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، محولہ بالا، ص ۲۲۱۔
۸۵ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۴۰ء، ''نگار''، لکھنؤ، محولہ بالا، ص ۱۱۹۔ مزید دیکھیے ''نگار''، کراچی، ۱۹۶۲ء، محولہ بالا، ص ۱۰۸۔
۸۶ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، محولہ بالا، ص ۲۳۱۔
۸۷ نظیر اکبر آبادی، ۱۸۷۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، محولہ بالا ص ۱۵۲۔
۸۸ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، محولہ بالا، ص ۲۲۔۲۲۱۔
۸۹ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۲۲ء، ''کلیاتِ نظیر''، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ص ۲۰۵۔۲۰۳۔
۹۰ نظیر اکبر آبادی، ۱۹۵۱ء، ''کلیاتِ نظیر''، مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور، لکھنؤ؟، ص ۶۲۵۔۶۲۲۔
۹۱ اختر اورینوی، ۱۹۴۰ء، ''نظیر اکبر آبادی کی شاعری پر ایک عمومی تبصرہ''، مشمولہ ''نگار''، لکھنؤ، ص ۶۸۔
۹۲ ایضاً، ص ۷۱۔
۹۳ ایضاً، ص ۶۸۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

کتب

۱۔ احمد، کلیم الدین: سن ندارد، ''اردو شاعری پر ایک نظر''، عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔

۲۔ اشپرنگر، ڈاکٹر:۱۹۴۲ء، ''یادگارِ شعرا''، مترجم طفیل احمد، ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد۔
۳۔ اکبرآبادی، نظیر:۱۸۷۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔
۴۔ اکبرآبادی، نظیر:۱۸۷۵ء، ''کلیاتِ نظیر''، طبع اوّل، مطبع نول کشور، کان پور۔
۵۔ اکبرآبادی، نظیر:۱۸۹۳ء، ''کلیاتِ نظیر''، طبع دوم، مطبع نامی، لکھنؤ۔
۶۔ اکبرآبادی، نظیر:۱۸۹۷ء، ''کلیاتِ نظیر''، طبع ششم، مطبع نول کشور، کان پور۔
۷۔ اکبرآبادی، نظیر:۱۹۰۰ء، ''کلیاتِ نظیر''، طبع اوّل، مرتبہ عبدالغفور شہباز، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔
۸۔ اکبرآبادی، نظیر:۱۹۴۲ء، ''دیوان نظیر اکبرآبادی''، مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ، طبع اوّل، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی۔
۹۔ اکبرآبادی، نظیر:۱۹۵۱ء، ''کلیاتِ نظیر''، طبع اوّل، مرتبہ عبدالباری آسی، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔
۱۰۔ باطن، حکیم قطب الدین، ۱۸۷۵ء، ''گلستانِ بےخزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب'' مطبع نول کشور، لکھنؤ۔
۱۱۔ خویشگی، نصر اللہ خاں:۱۹۴۷ء، ''تذکرہ ہمیشہ بہار''، مرتبہ ڈاکٹر اسلم فرخی، انجمن ترقی اردو، کراچی۔
۱۲۔ دہلوی، صابر، قادر بخش، مرزا:۱۹۶۶ء، ''تذکرہ گلستان سخن''، جلد دوم، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، مجلس ترقی ادب، لاہور۔
۱۳۔ شیفتہ، خاں، غلام مصطفےٰ:۱۹۷۳ء، ''گلشن بےخار'' مرتبہ کلب علی خاں فائق، مجلس ترقی ادب، لاہور۔
۱۴۔ شہباز، عبدالغفور، مولانا:۱۹۰۰ء، ''زندگانی بےنظیر''، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔
۱۵۔ صدیقی، ابواللیث، ڈاکٹر:۱۹۵۷ء، ''نظیر اکبرآبادی: ان کا عہد اور شاعری'' اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔
۱۶۔ فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر:۱۹۷۲ء، ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، مجلس ترقی ادب، لاہور۔
۱۷۔ فیلن، کریم الدین احمد، مولوی:۱۸۴۸ء، ''طبقات الشعرا'' (تذکرہ شعرائے ہند)، مطبع العلوم، دہلی۔
۱۸۔ کریم الدین، مولوی:۱۹۷۲ء، ''گلدستۂ نازنیناں''، تلخیص، مرتبہ ڈاکٹر احمد لاری، عظیم الشان بک ڈپو، پٹنہ۔
۱۹۔ نقوی، طلعت حسین، سید، ڈاکٹر:۱۹۹۲ء، ''نظیر اکبرآبادی کی نظم نگاری''، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔
۲۰۔ نورانی، امیر حسن، سید:۱۹۹۵ء، ''سوانحِ منشی نول کشور''، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔
۲۱۔ * Fallon, S.W., 1879, "PREFACE, NEW HINDUSTANI-ENGLISH DICTIONARY", Medical Hall Press, Banaras,

رسائل:

۱۔ ماہنامہ ''نگار''، شمارے: نظیر اکبرآبادی نمبر ۱۹۴۰ء، ۱۹۶۲ء، لکھنؤ۔